© rasailojaraid.com

محمد عمر فاروق

عوام کیا چاہتے ہیں

بانی پاکستان کے بعد جتنی بھی حکومتیں آئیں، سبھی نے عوام کی فلاح و ترقی کا دم بھرا اور لوٹی پاٹ دیکر اپنے اقتدار کی مدت پوری کی لیکن عوام کا مقدر تا حال اقتداریوں کے درمیان فٹ بال بنا ہوا ہے جس کا جی چاہتا ہے پاؤں کی ٹھوکر سے ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف لڑھکا دیتا ہے۔ کتنے ہی ملک پاکستان کے بعد آزاد ہوئے اور ترقی کی منزلیں طے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عوام کے دکھوں کو سکھوں میں بدل گئے لیکن ہمارے ملک کے اقتدار پرستوں کی ترقی شخصی مفاد سمیٹنے کے لیے انہیں کی ذات کے گرد چکر کاٹتی رہی اور عوام کی خوشحالی اخباری بیانات اور سحر انگیز تقریروں کے بیچ ڈوب کر رہ گئی۔

حالیہ بجٹ میں چند لاکھ سرکاری ملازمین کو ٹیکس میں کچھ چھوٹ دیکر یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ عوام کو ریلیف مل گئی ہے۔ حالانکہ پیٹرول اور گیس کے نرخ بڑھا دیئے گئے ہیں اور سیلز ٹیکس کے نفاذ سے مہنگائی کا جو سیلاب بلاخیز آنے والا ہے اس کے تباہ کن اثرات ابھی سے مستقبل کے پردے پر صاف دکھائی دینے لگے ہیں۔ لیگی حکومت کے سابق وزیر خزانہ اسحٰق ڈار بجٹ پیش کرتے وقت یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "بجٹ میں لگائے گئے ٹیکسوں کا اثر عام آدمی پر نہیں پڑے گا" ہمیں تو آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ خوش نصیب عام آدمی کون ہے جس پر کسی بھی ٹیکس کا کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ جان توڑ مہنگائی سے عام آدمی ادھ موا ہو کر شدت کرب سے کراہ رہا ہے۔ اقتدار کی مسند پر بیٹھے وزیران باتدبیر کو کیا معلوم کہ خلق خدا کیسی کیسی کٹھن آزمائشوں سے دوچار ہے۔ پچھلے چند مہینوں میں آٹے کی قیمت میں بار بار اضافہ کر کے عوام کو فاقوں سے دوچار کر دیا گیا ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء اتنی مہنگی ہو چکی ہیں کہ عوام الناس کی قوت خرید جواب دے گئی ہے۔ گزشتہ حکومت کے عہد میں جب گھی کی قیمت بڑھائی گئی تو حکومتی کمپنی جی سی پی کا گھی کم نرخوں پر یوٹیلٹی سٹوروں پر مہیا کیا جانے لگا۔ طبی ماہرین نے بار بار یہ دہائی دی کہ جی سی پی کا فراہم کیا جانے والا گھی صحت کے لئے مضر ہے لیکن غریب عوام نے اپنی صحت پر ایک سو روپے کی بچت کو ترجیح دی کہ اس فالتو بچت سے مزید دو وقت کے لئے کچھ تو دال ساگ مل جائے گا۔

بے روزگاری عروج پر ہے۔ اب تو سرکاری ملازمت ملنے کا تصور ہی ختم ہو گیا ہے اور عوام کا متوسط طبقہ اپنی گرہ میں اتنی پونجی نہیں رکھتا کہ کوئی معمولی سا کاروبار ہی کر لے۔ نتیجہ یہ کہ جسم و جان کا رشتہ قائم رکھنا ناممکن نہیں تو دشوار ترین ضرور بن چکا ہے۔ سرکاری تعلیمی اداروں کا نصاب تعلیم لارڈ میکالے کی یادگار حیثیت سے برقرار ہے۔ تاکہ بے ہنر نوجوانوں کے لشکر سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے سال بہ سال نکلتے رہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ تعلیم کا مقصد صرف ملازمت کا حصول نہیں ہے۔ یہ بات کسی حد تک درست مانی جا سکتی ہے مگر جب تعلیم یافتہ افراد پر روزگار کے دیگر ذرائع بند کر دیئے جائیں تو یہ نوجوان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نوکریوں کی تلاش میں دھکے نہ کھائیں گے تو اور کیا کریں گے؟ حکومت کی تازہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں بے روزگاروں کی کل تعداد ۲۵ لاکھ ہو گئی ہے۔ اصل تعداد درحقیقت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ المیہ یہ ہے کہ پڑھے لکھے بیروزگار معاشرے کے طعنوں کے خوف سے کوئی چھوٹا موٹا ذریعہ روزگار بھی اپنا نہیں سکتے اور یوں انہیں نوکری ملتی ہے اور نہ ہی کوئی دیگر روزگار اور اس طرح دن بہ دن بیروزگاروں کی فوج میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ جس کی بدولت یہ رجحان تیزی سے زور پکڑ رہا ہے کہ اب تعلیم کی بجائے بچے کو بچپن ہی سے کوئی کام سکھا دیا جائے تاکہ پیٹ کا ایندھن تو میسر آتا رہے۔ کیا شرح خواندگی بڑھانے والوں نے کبھی ایسے رجحانات کے اسباب کا جائزہ لینے کی ضرورت محسوس کی ہے؟

صنعت و حرفت جسے ملک کی ریڑھ کی ہڈی کا درجہ حاصل ہے۔ پے در پے ٹیکسوں اور بیرونی اشیاء دھڑادھڑ درآمد کرنے کی اجازت نے جہاں مقامی صنعت کا بھٹہ بٹھا دیا ہے۔ وہاں لاکھوں افراد کے نان و نفقہ پر بھی کاری ضرب لگی ہے۔ لیکن مجال ہے کہ حکومتی کارندوں کے کان پر جوں بھی رینگی ہو۔ بس میڈیا میں بیانات کے ذریعے ملک کی تعمیر و ترقی کا شور برپا ہے اور ملک کو سالوں پیچھے دھکیل کر اکیسویں صدی میں داخلے کے جشن منائے جا رہے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ عوام ہی کے لئے کیا جارہا ہے اور کیا یہی کچھ عوام چاہتے ہیں۔

عوام جو چاہتے ہیں اس کے وعدے ہیں۔ جو نہیں چاہتے وہ زبردستی مسلط کیا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ نصف صدی سے جاری ہے۔ عوام روزگار چاہتے ہیں، ڈاؤن سائزنگ کے ذریعے لاکھوں برسر روزگار افراد کو بیروزگار کر دیا گیا ہے۔ عوام امن چاہتے ہیں، کبھی دہشت گردی اور کبھی پولیس مقابلوں کے پردے میں ان کے بچوں کو بے موت مار دیا جاتا ہے۔ عوام چادر اور چار دیواری کا تحفظ چاہتے ہیں، میڈیا کے ذریعے ان ہی کی نسلوں کو شرم و حیاء سے عاری اور اقدار سے باغی بنانے کے منصوبے زیر عمل ہیں۔ عوام دو وقت کا با عزت کھانا چاہتے ہیں۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی خوشنودی کے لئے ان کے گھروں کے چولہے بجھا دیئے گئے ہیں۔ عوام دین مبین کا نفاذ چاہتے ہیں۔ یہاں کبھی لبرل ازم اور کبھی سیکولر ازم کی عملداری کے اعلان کیے جاتے ہیں۔ عوام فوج کا احترام چاہتے ہیں لیکن عوام اور فوج کے ٹکراؤ کے مواقع پیدا کیے جا رہے ہیں۔

ان مشکل اور صبر آزما حالات میں جبکہ ہر کام عوام کی خواہشات کے برعکس کیا جارہا ہے۔ ہم پھر بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ وہ وقت قریب ہے جب اس دھرتی پر خلق خدا کا راج ہو گا اور دکھی انسانیت سکون و راحت سے ہمکنار ہو گی اگر وقت کے حکمران عوام الناس کی حقیقی آرزوؤں کی تکمیل کر سکیں تو یہ ان کی خوش قسمتی کی دلیل ہو گی۔ وگرنہ وقت کی نہ تھمنے والی رفتار انہیں بھی کسی ایسے ہی موڑ پر لاکھڑا کرے گی جہاں کل کے حکمران آج کل اپنے شب و روز گزار رہے ہیں۔

© rasailojaraid.com